جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

نجم الدین اربکانؒ

خان یاسر

امی، ابّی اور دادا کے نام

جن سے میں نے سیکھا کہ
عظیم شخصیات
آسمان سے نہیں اترتیں
بلکہ
زمین پر پیدا ہوتی ہیں،
زمین سے وابستہ ہوتی ہیں؛
اور یہ کہ
ہر بچہ
اگر 'چاہے'
تو 'بڑا' آدمی بن سکتا ہے...

فلک کو ضد ہے جہاں بجلیاں گرانے کی
ضد ہے ہمیں بھی وہیں آشیاں بنانے کی

”اربکان ایک سائنسداں تھے جنہوں نے اپنی زندگی تعلیم و تعلم میں گزاردی۔ اپنی شخصیت، اپنی جدوجہد اور اپنے اصولوں کی پاسداری کی وجہ سے آپ نئی نسلوں کے لیے ایک مثال چھوڑ گئے ہیں۔ جو کچھ انھوں نے ہمیں سکھایا اور جو اولوالعزمی بطور ایک قائد اور جو مثالی کردار بحیثیت ایک استاد انھوں نے نبھایا ہے اس کے لیے ہم ہمیشہ انھیں شکریے کے ساتھ یاد رکھیں گے۔[43]“

(رجب طیب اردگان)

نجم الدین اربکان

ننھی کونپل، تپتا صحرا: نجم الدین اربکان 29 اکتوبر 1926 کو سنوپ (شمالی ترکی) کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ یہ زمانہ عالم اسلام بالخصوص ترکی کے لیے سخت اضطراب کا زمانہ تھا۔ 1924 میں عثمانی خلافت کی بساط لپیٹی جا چکی تھی۔ مصطفی کمال پاشا ترکی کی اسلامی جڑیں کھود کر مغربی تہذیب کی تخم ریزی میں مشغول تھا۔ سیکولر بربریت کا یہ عالم تھا کہ 1924 میں ہر قسم کے غیر سرکاری تعلیمی اداروں کو بند کر دیا گیا تھا اور تعلیم پر مکمل طور پر سرکار کا تسلط قائم ہو گیا تھا۔ ہیٹ لاء (1925) کی رو سے ٹوپیاں اور عمامے پہننا جرم ہو گیا۔ 'ممنوعہ کپڑوں' کے قانون (1934) کے ذریعے اس قانون کو وسعت دے کر کسی بھی قسم کے مذہبی لباس، مثلاً حجاب وغیرہ کا استعمال قابل تعزیر جرم قرار پایا۔ 1925 کے ایک قانون کی رو سے مدارس اور دینی علوم کی درسگاہوں پر تالے پڑ گئے۔ 1926 میں شرعی قوانین کے بدلے اطالوی فوجداری قانون اور سوئیزرلینڈ کے دیوانی قانون لاگو کر دیے گئے۔ 1928 میں نئی نسل کا اسلامی ماضی سے رشتہ کاٹ دینے کے لیے ترکی زبان کا رسم الخط عربی سے رومن کر دیا گیا۔ 1928 میں ترکی کی تعلیمی بنیادیں بدلنے کے لیے تعلیمی کمیشن بنا؛ 1932 میں ترکی کی تاریخ پر 'نظر ثانی' کے لیے ایک کمیشن بنا؛ اسی سال مذہب و سیاست کی تفریق کو باقاعدہ دستوری حیثیت دے دی گئی۔ نماز باجماعت اور عربی میں اذان تک پر مختلف پابندیاں عائد ہو گئیں۔ الغرض نجم الدین اربکان کا بچپن ایک ایسے 'اسلامی' ملک میں گزرا جہاں اسلام کا نام لینا دوبھر کر دیا گیا تھا۔ سیکولرزم کی کالی گھٹا نے ترکی میں اسلام کے سورج کا کچھ اس طرح محاصرہ کر لیا تھا کہ ہر طرف اندھیروں کا راج قائم ہو گیا تھا۔ کفر و الحاد کے اس اندھیرے میں وہ خوش قسمت، جن کے ایمان سلامت تھے، وہ ایک ایک کونہ پکڑ کر بیٹھ گئے کہ ایسے ماحول میں اپنے ایمان کی حفاظت ہی غنیمت ہے۔ لیکن نوجوان نجم الدین کی آنکھوں میں یہ اندھیرا کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔

ہائی اسکول کے بعد نجم الدین نے 1948 میں استنبول ٹیکنکل یونیورسٹی سے میکنکل انجینئرنگ میں گریجویشن کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے کچھ دنوں فوجی خدمت بھی انجام دی۔ انجینئر اربکان نے بعدازاں اعلیٰ تعلیم کے لیے جرمنی کا رخ کیا اور وہاں سے پی ایچ ڈی کر کے وطن لوٹے۔ 1960 میں انھوں نے ایک ذاتی میکنکل ورکشاپ کا آغاز کیا۔ مشینوں کے معاملے میں وہ اپنے ملک کو خودمختار دیکھنا چاہتے تھے، مشینوں اور ٹیکنالوجی کے لیے امریکہ اور یورپ کا محتاج ہونا انھیں شاق گزرتا تھا۔ واپسی پر وہ استنبول ٹیکنکل یونیورسٹی میں لیکچرر ہوگئے بعدازاں 1965 میں پروفیسر بن گئے۔ 1966 میں ترکی کی Union of Chambers and Commodity Exchange کی صنعتی ڈویژن کے صدر بنے۔ 1968 میں اس یونین کے ایکزیکوٹیو ممبر بنے اور اگلے سال یونین کی صدارت کے فرائض انجام دیے۔

سیاست کی رہِ پر خار: سب سے پہلے 1969 میں اربکان نے ملی گورش (قومی نقطہ نظر) کے نام سے ایک مینی فیسٹو کا اجرا کیا اور اپنے خیالات کو عام کرنے کی کوشش کی۔ اس مینی فیسٹو میں انھوں نے مروجہ ڈکٹیٹرشپ اور سیکولر نظام پر تنقید کی۔ مغرب سے مرعوبیت کے خلاف آواز اٹھائی؛ خودمختاری اور خوداعتمادی کا درس دیا؛ آزادی اور ترقی کی باتیں کیں اور سعادت نظامی (خوشحالی کا نظام) جیسے مختلف نعرے دیے۔

اپنے اس مینی فیسٹو کے ذریعے ایک فضا بنانے کے بعد اربکان نے اپنے ہم خیال لوگوں کے ساتھ 1970 میں ملی نظام پارٹی کی تشکیل کی۔ اسی سال الیکشن میں حصہ لیا لیکن زیادہ کامیابی نہیں ملی۔ البتہ سیکولر نظام حکومت کے کان کھڑے ہوگئے۔ 20 مئی 1971 کو ملٹری نے ان کی پارٹی کو غیر سیکولر قرار دے کر خلاف قانون ٹھہرادیا۔ پارٹی ختم ہوگئی لیکن اربکان اکتوبر 1972 میں ملت سلامت پارٹی کے ساتھ ایک بار پھر ترکی کے سیاسی افق پر نمودار ہوئے۔ ان کی پارٹی نے جنوری 1974 کے عام انتخابات میں شرکت بھی کی اور بارہ فیصدی ووٹ حاصل کیے۔ ان کی پارٹی سے 48 نمائندگان منتخب ہوکر پارلیمنٹ پہنچے۔ اس کامیابی کی وجہ سے اربکان نائب وزیراعظم کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اپنی نائب وزارت عظمیٰ کے یک سالہ دور کو انھوں نے ملک کی سیاسی تاریخ کا ایک یادگار دور بنادیا۔ انھوں نے تین محاذوں پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ اول انھوں نے ترکی کی صنعتی اور معاشی پالیسی پر نظر

ثانی کی اور ترکی کی غیر خود کفیل معیشت کو خود مختار بنانے کی طرف اقدامات کیے۔ دوم انھوں نے پارلیمنٹ اور دیگر فیصلہ کن اداروں میں سیکولر طاقتوں کے اثر ونفوذ کو کم کرنے کی کوشش کی۔ سوم انھوں نے چھوٹے چھوٹے تاجروں کو ترکی کے دیگر شہروں اور دیہاتوں میں منظم کرنے کی کوشش کی۔ Anatolian Tigers کے نام سے اس ترقیاتی ماڈل نے دنیا بھر میں پذیرائی حاصل کی۔ مہنگائی اور بیروزگاری کے خلاف ان کے اقدامات نے ترکی سے ان مسائل کی بیخ کنی میں اہم کردار نبھایا۔ ان خدمات کے باوجود سیکولر ڈنڈا حرکت میں آیا اور 1980 میں ملت سلامت پارٹی بھی خلاف قانون قرار پائی۔

اس بار اربکان نے 1983 میں رفاہ پارٹی کی بنیاد ڈالی اور اپنے نام کے مطابق رفاہ عامہ کے کاموں سے عوام میں نفوذ کی راہیں تلاش کیں۔ ان کی پارٹی نے ملک میں رفاہ عامہ کے کاموں کا جال بچھا دیا اور اس معاملے میں حکومت کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ یہی وجہ تھی کہ 1994 کے مقامی انتخابات میں رفاہ پارٹی نے 65 فیصدی نشستیں حاصل کیں۔ پھر 1996 کے عام انتخابات میں اس پارٹی نے 550 میں سے 181 نشستیں حاصل کیں اور ایوان میں سب سے بڑی پارٹی کے طور پر ابھری۔ نجم الدین اربکان ایک مشترکہ حکومت میں وزیر اعظم بنائے گئے۔ ان کی وزارت عظمی کا مبارک دور بھی ایک سال سے زیادہ قائم نہ رہ سکا لیکن اس مختصر دور میں ہی انھوں نے اپنی فکر اور اپنے اقدامات سے ترکی کو ایک بار پھر عالم اسلام کی قیادت کے منصب پر لا کھڑا کیا۔ انھوں نے عرب ممالک سے ترکی کے تعلقات کو استوار کرنے کی طرف اہم اقدامات کیے۔ G-8 کی استعماری قوتوں کے بالمقابل مسلم ممالک پر مشتمل ایک D-8 کا نظریہ پیش کرنا ان کی منفرد سوچ کا نتیجہ تھا۔ آٹھ اہم مسلم ممالک کے اتحاد پر مشتمل یہ گروپ نجم الدین اربکان کی بتائی ہوئی راہ پر سائنس وٹیکنالوجی سے لے کر تجارت کے میدان میں تعاون کر رہا ہے۔

اربکان کو باطل زیادہ دنوں برداشت نہیں کر پایا، ایک بار پھر عدالت نے ان کی پارٹی پر پابندی لگادی کہ اس سے مذہبی انتہا پسندی پھیل رہی ہے۔ اربکان کے ایکٹوزم سے خائف سیکولر عدالت نے اس بار ان کی پارٹی کو کالعدم قرار دینے پر اکتفا نہ کیا بلکہ اربکان کی سیاسی سرگرمیوں پر ذاتی طور پر بھی پابندی عائد کردی۔ لیکن یہ 'قینچیاں' اربکان جیسوں کو بھلا 'اڑنے' سے کب روک پائی ہیں جو وسائل کے 'پروں'

سے نہیں بلکہ ایمان اور حوصلوں سے اڑتے ہیں۔ اربکان ایک تیز رو دریا کی طرح اپنا راستہ آپ بنانے میں ماہر تھے۔ فروری 1997 میں پابندی لگی اور دسمبر میں اربکان فضیلت پارٹی کے ساتھ سیاسی منظر نامے پر آگئے۔ چونکہ ان پر ذاتی طور سے پابندی عائد تھی لہذا اس پارٹی کے وہ صرف مشیر اور نگراں تھے۔ 1999 کے الیکشن میں فضیلت پارٹی تیسری بڑی پارٹی بن کر ابھری اور سیاسی مبصرین نے صاف کہہ دیا کہ یہ اگلا الیکشن جیت جائے گی۔ سیکولر نظام ایک بار پھر حرکت میں آیا اور حفظ ماتقدم کے طور پر 2001 میں یہ پارٹی بھی خلاف قانون قرار دی گئی۔ دو سال کے اندر اندر اربکان سعادت پارٹی کے ساتھ منظر عام پر آئے اور اخیر تک اس سے وابستہ رہے۔

خواب سے تعبیر تک: خواب سب دیکھتے ہیں، اپنی زندگی میں اربکان نے بھی بہت سے خواب دیکھے... ترکی کی معاشی خود کفالت کا خواب؛ کامن اسلامی مارکٹ کا خواب؛ D-8 کا خواب؛ اسلامی ناٹو کا خواب؛ اسلامی اقوام متحدہ کا خواب... لیکن اربکان اور عام لوگوں میں فرق یہ تھا کہ اربکان خواب دیکھ کر دوبارہ سو جانے والوں میں سے نہیں تھے بلکہ اسے حقیقت میں بدلنے کے لیے وہ کوئی دقیقہ فروگزاشت کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔ وقت کا نظام اپنی تمام قہر سامانیوں کے ساتھ بار بار ان کی راہ روکتا رہا مگر وہ نہ رکے، نہ تھکے، نہ مایوس ہوئے، نہ واپس لوٹے بلکہ نئی نئی راہیں نکال کر منزل مقصود کی جانب رواں دواں رہے۔ 27 فروری 2011 کو اربکان نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ان کے دل نے کام کرنا بند کر دیا تھا، انھیں سانس کی تکلیف بھی شدید تھی، بائیں پیر میں ایک مہلک انفکشن بھی تھا لیکن اپنے مقصد سے، اپنی منزل سے ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ مرض الموت میں بھی اسپتال کے کمرے میں پارٹی کی میٹنگیں اور ملاقاتیں جاری تھیں۔ اربکان، ۲۰۰۳ء سے ترکی کی حکمراں پارٹی، ''اے کے پی'' کے نہ جانے کتنے ہی ارکان و کارکنان بشمول رجب طیب اردگان، عبداللہ گل، اور احمد اوغلو وغیرہ کے ہوجا (استاد) رہ چکے ہیں۔ یہ پارٹی ترکی کی اسلامی نشاۃ الثانیہ میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم میں بھی اربکان سی ہمت، حوصلہ، عزم محکم، استقلال اور استقامت پیدا فرمائے۔ آمین!